146600 ـ حدیث: " آدمی سے نہیں پوچھا جائیگا کہ اس نے بیوی کو کس بنا پر مارا ؟

سوال

میں نے ایك برس قبل اسلام قبول كیا اور اب دین اسلام كی تعلیم حاصل كر رہی ہوں، الحمد للہ ایك برس سے شادی شدہ بھی ہوں، میرا سوال خاوند بیوی كو مارنے كے متعلق ہے جب بھی مجھے كوئی سوال پریشان كرتا تو میں اللہ سے دعا كرتی كہ اللہ مجھے سیدھی راہ دكھائے تو الحمد للہ مجھے اس سوال كا قطعی جواب مل جاتا، جس سے میرے ایمان میں اور اضافہ ہو جاتا.
میں امید كرتی ہوں كہ ان شاء اللہ اس سوال كا جواب بھی مجھے بہت اچھا ملےگا، جب میں شادی اور نكاح كے متعلق احادیث كا مطالعہ كر رہی تھی تو سنن ابو داود كی كتاب نمبر گیارہ میں درج ذیل حدیث پڑھی جسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ روایت كرتے ہیں كہ نبی كریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
" آدمی سے یہ نہیں پوچھا جائیگا كہ اس نے بیوی كو كس بنا پر مارا "
سنن ابو داود حدیث نمبر (2142).
كیا آپ مجھے یہ بتا سكتے ہیں كہ اس حدیث سے كیا مقصود ہے، اور یہ كب اور كسے كہا گیا تھا، كس بنا پر كہا گیا، كیونكہ میں نے تو یہ سیكھا ہے كہ حدیث كا سیاق و سباق سمجھنا ضروری ہے، اور ہمیں اس سے ظاہری معنی كی بنا پر كوئی نتیجہ اخذ نہیں كرنا چاہیے ؟
اللہ سبحانہ و تعالی سے دعا ہے كہ وہ آپ كی كمیٹی كے سب افراد اور آپ كو دنیا و آخرت كی جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ سب كو دونوں جہانوں میں شر سے محفوظ ركھے آمین یا رب العالمین.
اللہ تعالی آپ كو وقت ہمیں وقت دینے اور شریك كرنے پر جزائے خیر دے.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ:

اول:

ہم نے آپ كے سوال میں حكمت كا مطالعہ كیا ہے، اس لیے ہم حسن سوال پر تعریف كیے بغیر نہیں رہ سكتے، اور اسی طرح فكر بھی اچھی ہے، اور حسن تدبر پر جتنی تعریف كی جائے كم ہے ہمیں محسوس ہوا ہے كہ قبول علم اور مسائل كا مطالعہ كرنے كی استعداد پائی جاتی ہے.

ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے آپ کو اس دین حنیف اور دین قیم جو کہ دین وسط ہے اور دین حنیف اور آسان دین ہے کی طرف ہدایت دی کہ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کے رسولوں میں سے کسی بھی رسول میں فرق نہ کریں.

ان شاء اللہ آپ سمجھ سکیں گی کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے، اور حق و باطل میں تمیز کر سکیں گی، ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ شرعی علم کا حصول جاری رکھیں، اور حصول علم کے لیے ہمت زیادہ کریں، کیونکہ یہ علم وہ نور ہے جس سے اللہ سبحانہ و تعالی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے.

دوم:

رہی سوال میں بیان کی گئی حدیث کے متعلق تو وہ حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" آدمی سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ اس نے اپنی بیوی کو کس بنا پر مارا "

سنن ابو داود حدیث نمبر (2147) سنن نسائی الکبری (5 / 372) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1987) مسند احمد (1 / 275) وغیرہ سب نے ہی درج ذیل طریق سے اسے روایت کیا ہے:

داود بن عبد اللہ الاودی عن عبد الرحمن المسلی عن الاشعث بن قیس عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بہ.

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند عبد الرحمن بن المسلی کی بنا پر ضعیف ہے، کیونکہ اسے کسی بھی اہل علم نے ثقہ قرار نہیں دیا بلکہ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب التہذیب (6 / 304) میں ابو الفتح الازدی سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے، اور اس کے بارہ میں کہا ہے کہ: فیہ نظر اور اس کے بعد یہ حدیث ذکر کی ہے.

اس لیے علماء حدیث نے اس حدیث پر ضعف اور رد کا حکم لگایا ہے، ان علماء حدیث میں درج ذیل علماء شامل ہیں:

ابن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" یہ صحیح نہیں " انتہی

دیکھیں: بیان الوہم و الایہام (5 / 524).

اور امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس میں عبد الرحمن بن المسلی ہے جو کہ معروف نہیں " انتہی

دیکھیں: میزان الاعتدال (2 / 602).

اور شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس کی سند ضعیف ہے " انتہی

دیکھیں: مسند احمد (1 / 77).

اسی طرح مؤسسۃ الرسالۃ کے زیر طبع نسخہ کے محققین نے بھی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (7 / 98) میں اسے ضعیف کہا ہے.

سوم:

بالفرض اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو اس حدیث میں اہل علم کی شرح قبول اور صحیح ہوگی، جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کو ایسے امور میں دخل نہیں دینا چاہیے جو ان کے متعلق نہیں ہے.

چنانچہ اگر کسی شخص کو پتہ چلے کہ کسی شخص اور اس کی بیوی کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اور اسے علم ہو کہ شدید اختلافات کے نتیجہ میں خاوند نے بیوی کو مارا بھی ہے تو اس کے جائز نہیں کہ گھر کے راز اور بھید تلاش کرتا پھرے.

اور اسے ان کے پوشیدہ رازوں پر اطلاع کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ سوء ادب اور قلت ذوق کہلاتا ہے، لیکن اگر آدمی اہل اصلاح میں شامل ہوتا ہو، اور اس کے ظن غالب میں ہو کہ وہ اختلاف کو ختم کرانے کے لیے مشورہ دے سکتا اور معاونت کر سکتا ہے، تو پھر اس وقت اسے مشکل اور اس کے اسباب کے بارہ میں سوال کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن اگر طرفین اس کے فیصلہ اور دخل اندازی کو قبول کریں تو پھر.

فقہاء کرام کے اقول اور شارحین حدیث کی شرح اس معنی پر دلالت کرتی ہے:

ابن قدامہ رحمہ اللہ اس کی تعلیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے بیوی کوم باشرت کی بنا پر مارا ہو۔ یعنی: بیوی مباشرت سے انکار کرتی ہو۔ اور اگر وہ اس کے متعلق بتائے تو اسے شرم آتی ہے، اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور بتائے تو یہ جھوٹ ہوگا " انتہی

دیکھیں: المغنی (8 / 168).

اور مناوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" یعنی: اسے اس سبب کے بارے میں دریافت نہیں کیا جائیگا جس کی بنا پر اس نے بیوی کو مارا ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس کے بتانے سے بیوی کی ستر پوشی نہیں رہےگی، اور ہو سکتا ہے کہ اسے ایسی بنا پر مارا ہے جس کا بتانا قبیح معلوم ہو مثلا جماع و مباشرت، اور یہ ممانعت اس کے ساس ا ور سسر کو بھی شامل ہے " انتہی

دیکھیں: فیض القدیر (6 / 515).

اور امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" فصل: بغیر کسی ضرورت کے آدمی سے سوال کرنا کہ اس نے بیوی کو کیوں مارا یہ مکروہ ہے، ہم نے کتاب کے اول میں " حفظ لسان " کے بارہ میں احادیث روایت کی ہیں، اور جس میں مصلحت ظاہر نہ ہو اس میں خاموش رہنے میں احادیث بیان کی ہیں، اور اسی طرح یہ صحیح حدیث بھی ذکر کی ہے کہ:

" آدمی کے حسن اسلام میں داخل ہے کہ وہ ایسی چیز کو چھوڑ دے جو اس کے متعلق نہیں ہے " انتہی

دیکھیں: الاذکار (374).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" حدیث کا معنی یہ ہے کہ:

وہ شخص جو اللہ کا تقوی اختیار کرنے والا ہے جو ان تین مراتب کے آخر تك گیا جس کا اللہ تعالی نے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے:

اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بددماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو، اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو، اور انہیں مار کی سزا دو، پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شك اللہ تعالی بڑی بلندی اور بڑائی

والا ہے النساء (34).

چنانچہ مارنا آخری درجہ اور مرتبہ ہے، ہو سکتا ہے آدمی اپنی بیوی کو کسی ایسے کام کی وجہ سے مارے جس کے بیان کرنے میں وہ شرماتا ہو، اس لیے جب آدمی کے تقوی کا علم ہو جائے، اور اس نے اپنی بیوی کو مارا ہو تو پھر اسے اس کے بارہ میں سوال نہیں کیا جائیگا.

یہ تو اس صورت میں ہے جب حدیث صحیح ہو، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے.

لیکن وہ شخص جو بری سیرت رکھتا ہو تو اس سے سوال کیا جائیگا کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا؛ کیونکہ اس کے اندر تقوی نہیں ہے جو اسے بیوی پر ظلم کرنے سے اور مارنے سے روکے، جس میں بیوی مار کی مستحق نہ تھی " انتہی

دیکھیں: شرح ریاض الصالحین (1 / 512).

http://www.ibnothaimeen.com/all/books/article_18015.shtml

عزیز سوال کرنے والی بہن: جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے ہو سکتا ہے حدیث کا وہ معنی نہ ہو جو پہلی بار اس سے سمجھا جاتا ہے، اور خاص کر جب اس موضوع کے بارہ میں باقی احادیث کا علم موجود نہ ہو.

چنانچہ شریعت میں تو آدمی کو حق یا باطل پر اپنی بیوی کو مارنے کی اجازت دینا بہت دور کی بات ہے، اور پھر اسے اس مرتبہ پر لایا جائے کہ اس سے اس بارہ میں باز پرس ہی نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے پورا حق اور طاقت حاصل ہے.

جیسا کہ اس سے یہی کچھ وہ شخص سمجھےگا جسے حدیث کا مقصود اور مراد معلوم نہیں، یہ تو اس صورت میں ہے جب اس حدیث کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے، بلکہ ۔ شرعی حدود میں رہتے ہوئے ۔ مارنا تو ایك ایسی حالت میں ہے جس میں بیوی ازدواجی زندگی میں سرکشی پر اتر آئے اور بات نہ مانے، بالکل اس کی حالت اس بیماری کی ہو جائے جسے علاج کی ضرورت ہو، اور خاوند اس علاج کے بغیر معاشرت نہ کر سکتا ہو، تو یہاں مرد کا دور شروع ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے مریض کو تکلیف دہ زخموں کی جراحت او رآپریشن کی ضرورت ہوتی ہے.

ایاس بن عبد اللہ بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" الله كى بنديوں كو مت مارو "!!

تو عمر رضى الله تعالى عنہ رسول كريم صلى الله عليہ وسلم كے پاس تشريف لائے اور عرض كرنے لگے:

" عورتيں اپنى خاوند سے سركشى كرنے لگي ہيں ؟!

چنانچہ انہيں مارنے كى اجازت دے دى گئى "

چنانچہ بہت سارى عورتيں رسول كريم صلى الله عليہ وسلم كے گھر جا كر اپنے خاوندوں كى شكايت كرنے لگيں ؟!

تو رسول كريم صلى الله عليہ وسلم نے فرمايا:

" بہت سارى عورتيں محمد صلى الله عليہ وسلم كے گھر آ كر اپنے خاوندوں كى شكايت كر رہى ہيں، يہ لوگ تم ميں سے اچھے نہيں ہيں "

سنن ابو داود حديث نمبر (2146) علامہ البانى رحمہ الله نے اسے صحيح قرار ديا ہے.

آپ ذرا غور كريں كہ نبى كريم صلى الله عليہ وسلم نے مار كى اجازت كا علاج كس طريقہ سے كيا جو كہ گھروں ميں ايك معاشرتى مشكل تھى اس كا علاج كيا، بالكل اسى طرح جس طرح كسى دوسرى مشكل كا علاج كرتے ہيں !!

ہمارى اس ويب سائٹ پر بيان ہو چكا ہے كہ شريعت اسلاميہ نے بيوى كو مارنے كى جو اجازت دى ہے وہ غير مؤثر مار ہے جو يا تو مسواك كے ساتھ ہو اور جس سے كوئى درد وغيرہ نہ ہو، بلكہ اس مار كى صرف معنوى اور شعورى اور احساس كى درد ہونى چاہيے.

برائے مہربانى سوال نمبر (41199) اور (482) كے جوابات كا مطالعہ ضرور كريں.

ہمارى عزيز بہن:

يہ دين كے ساتھ انصاف نہيں كہ آپ كيسى ايسى چيز سے دوچار ہوں جو آپ كے ايمان كو متزلزل كرے يا آپ كے دين كو خطرہ ميں ڈال دے.

جب بھى كوئى مشكل پيش آئے يا آپ دين كے بارہ ميں كوئى شبہ سنيں تو اپنے ايمان كو خطرے ميں مت ڈاليں، بلكہ

آپ اللہ کا شکر کریں کہ اللہ نے آپ کو ایمان کی ہدایت دی اور آپ اپنے اوپر اللہ کے حق کو دیکھیں، کہ آپ کو اس نے اس نئے دین کے ساتھ کتنی عزت دی ہے.

آپ وقت کے ساتھ ساتھ علم بھی زیادہ پائیں گی اور اپنے دین کے بارہ میں جو استفسار ہو گا اس کا جواب بھی آپ کو مل جائیگا.

اور اگر بالفرض آپ سے ایك یا دو چیزیں یا ایك دو مسئلے غائب بھی ہو جائیں تو یہ دین کے ساتھ انصاف نہیں کہ آپ اس چھوٹی سی غائب ہونے والی چیز سے اپنے دین کو متزلزل کر دیں.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ کا شرح صدر کرے، اور آپ کے دل کو دین پر ثابت قدم رکھے، اور آپ کے ایمان و یقین اور ہدایت میں اضافہ فرمائے.

واللہ اعلم .